دینی مدارس اور مغربی تہذیب

مولانا خالد محمود
مسئول وفاق المدارس (ڈیرہ غازی خان)

دینی مدارس نے آج کے اس پُرفتن دور میں اسلامی تہذیب کی جس طرح حفاظت کی ہے یہ دینی مدارس کا تاریخ ساز اور عظیم کارنامہ ہے، دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے، جس ماحول، جس طبقہ اور جس کیٹگری کے افراد نے زندگی کے جس حصہ میں بھی مدرسہ کے اندر قدم رکھا اس پر اسلامی تہذیب کا رنگ خود بخود چڑھتا گیا اور یہ بات روز روشن کی طرح خوب عیاں ہے کسی دلیل کی محتاج نہیں، اسلامی تہذیب اور کلچر کو مٹانے کے لیے مغربی قوتوں اور ان کے پروردہ مفکرین نے تحریر وتقریر کے ذریعہ اور دیگر ذرائع سے بڑی کوششیں کی ہیں اور تا حال کررہے ہیں لیکن تھک ہار کر بالآخر وہ بھی اس بات کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکے کہ جب تک دینی مدارس باقی ہیں، اسلامی تہذیب اور کلچر کو مٹانا ہمارے لیے ممکن نہیں۔

"یریدون لیطفئوا نور اللّٰہ بافواھم واللّٰہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون" (پ ۲۸، سورہ الصف)

اور حقیقت یہ ہے کہ مغربی تہذیب وتمدن اپنانے والے بھی مغربی تہذیب سے نالاں ہیں، بے چینی اور اضطراب نے انکو گھیر رکھا ہے، اب وہ اس سے نکلنے کا راستہ تلاش کررہے ہیں، لیکن یہ بدتہذیبی ان کے گلے کا طوق بن چکی ہے جس سے چھٹکارا ان کی بقا کے لیے ایک چیلنج کی حیثیت اختیار کرچکا ہے، ایسے حالات میں مدارس کی ذمہ داریوں کا دائرہ علم و عمل اور وسیع ہوگیا ہے، اگر مدارس صحیح نہج پر کام کرتے رہے تو وہ وقت دور نہیں کہ مغربی تہذیب اپنی تمام تر بدتہذیبیوں کے ساتھ دم توڑنے لگے گی اور اسلامی تہذیب وتمدن کو پوری دنیا میں مزید پذیرائی حاصل ہوگی۔ (ان شاء اللّٰہ)

آج دنیا کے جس خطے پر بھی اسلامی تہذیب اور اسلامی کلچر باقی ہے اور جہاں بھی داڑھی، نبوی لباس، پگڑی اور برقعہ دکھائی دیتی ہے اس کے پیچھے مدرسہ اور اس کی بے پناہ خدمات کارفرما ہیں اور جہاں جہاں سے مدرسہ کے اثرات اور خدمات کو مسمار یا فراموش کیا جارہا ہے، وہاں وہاں مغربی تہذیب دیمک کی طرح سرایت کررہی ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہاں سے اسلامی تہذیب کا ملیامیٹ ہوتا جارہا ہے، ان حالات کے تناظر میں یہ بات کہنا بے جانہ ہوگا کہ اسلامی تہذیب وتمدن کی بقاء کا سب سے بڑا سبب بلکہ واحد سبب مدرسہ ہی ہے، استاذ المحدثین شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللّٰہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ تحریر فرماتے ہیں:

> "اسلامی تہذیب وثقافت اور اسلامی تشخص کی بقاء کی خاموش جنگ بھی دینی مدارس لڑرہے ہیں، اس وقت پاکستانی معاشرے میں اگر اسلامی تشخص کی کچھ جھلک دکھائی دیتی ہے تو یہ دینی مدارس ہی کا فیض واثر ہے، اسلامی تشخص اور اسلامی تہذیب پر فرنگیوں کا حملہ اس وقت ایک بڑا فتنہ ہے اور اس حملے میں شکست کھا کر کئی اسلامی ممالک اپنا اسلامی

تشخص کھو بیٹھے ہیں۔ لیکن الحمدللہ برصغیر میں دینی مدارس اس حملے کا خاموش مقابلہ کر رہے ہیں، یہاں پڑھنے والوں اور یہاں سے تعلیمی تعلق رکھنے والوں کی وضع قطع، رہن سہن، بود و باش اور طرز زندگی اسلامی تعلیم کے مزاج کے مطابق ہوتا ہے اور اس میں اسلامی تہذیب و تشخص نمایاں نظر آتا ہے اور اسی کے مطابق ان کی تربیت پر توجہ دی جاتی ہے''۔ (سہ ماہی وفاق المدارس، شمارہ نمبر ۵، ج ۲، ص ۴)

اسپین کو دیکھ لیجیے، ہسپانیہ میں آٹھ سو سال مسلمانوں نے حکومت کی، تھوڑا عرصہ قبل وہاں حالت یہ تھی کہ کوئی اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہہ سکتا تھا، اپنے آپ کو مسلمان کہنا جرم تھا، سوچنے کا مقام ہے کہ جس ملک میں آٹھ سو سال مسلمانوں نے حکومت کی اس ملک میں اسلام کا نام لینا بھی جرم ہو گیا اور ایسا کیوں تھا؟ اس کا جواب یہی ہے کہ وہاں مدارس دینیہ نہیں تھے، اب ان کے مقابلے میں متحدہ ہندوستان کو لیجیے جہاں انگریز نے دو سو سال تک حکومت کی ہے اور حکومت بھی بڑے رعب اور دبدبے سے کی ہے اور انگریز حکومت نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ مسلمانوں کو مغربی تہذیب و تمدن کا دلدادہ بنا دیا جائے یا ان کو دین اسلام سے دور کر دیا جائے اور یہ سب کچھ انھوں نے اپنی حکومت بچانے کے لیے کیا، لیکن تاریخ شاہد ہے کہ انگریز کو اپنے اس منصوبہ میں بری طرح شکست ہوئی اور وہ ناکام ہوا، وجہ اس کی صرف اور صرف یہی ہے کہ یہاں دینی مدارس کی ایک معتد بہ تعداد موجود تھی، انہی مدارس نے مغربی تہذیب و ثقافت اور مغربی یلغار کو اس حد تک روکا کہ آج برصغیر کا مسلمان خواہ کتنا گناہ گار کیوں نہ ہو لیکن وہ اسلام کو نہیں چھوڑ سکتا، سب سے زیادہ گناہوں میں مبتلا مسلمان بھی یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کو کوئی غیر مسلم کہے، کوئی مسلمان عقائد کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کرتا اس کے لیے کٹ مرنے کو وہ اپنے لیے بڑی سعادت سمجھتا ہے، یہ سب مدارس دینیہ کی برکت اور ثمرہ ہے، شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے مدارس دینیہ اور حکومتی اداروں کے درمیان جو تہذیبی کش مکش چل رہی ہے اس کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

''اگرچہ انگریز کو بالآخر اس سرزمین میں شکست ہوئی اور وہ اسلام اور اسلام کے شیدائیوں کے مقابلہ سے عاجز رہا، علماء کرام کی قربانیوں سے مسلمان اور اسلام، انگریز اور اس کے مکر و فریب سے مامون رہے لیکن وہ بھی اپنے مقصد میں کسی حد تک کامیاب رہا، آپ دیکھیں آپ کے ملک کو پچاس سال ہوئے اور آج بھی ان کی اولاد حکمراں ہے، ان کی تہذیب وہی انگریزی تہذیب ہے، ان کا مزاج و مذاق اور روش مکمل یورپ والوں کی ہے اور وہ انگریز آج تک یہاں حکمران بھی ہے اور دخیل بھی اور اسلام کے نفاذ میں رکاوٹ بھی پیدا کرتا ہے، کوئی حکومت ایسی نہیں آئی جس نے ان مدارس دینیہ کی ترقی کے لیے کوئی کردار ادا کیا ہو، ان کی ترقی تو کجا ان مدارس کا وجود بھی ان کو ایک پل برداشت نہیں ہوتا اور ہر حکومت جو مسلط ہوئی ان مدارس کو اپنی راہ میں اور اپنے مقاصد کی تکمیل میں رکاوٹ سمجھ کر مختلف حیلے بہانوں سے اور مختلف الزامات لگا کر ختم کرنا چاہا...... ملک کا بہت بڑا سرمایہ کالج اور یونیورسٹیوں پر خرچ ہو رہا ہے، اربوں کے حساب سے ان کی ترقی پر لگ رہے ہیں، لیکن ان اداروں نے ہماری نوجوان نسل کو کیا دیا؟ اخلاق؟ کردار؟ روزگار؟ جس اعتبار سے آپ دیکھیں وہ قابل رحم ہیں، دہشت گردی کا الزام دینی مدارس پر لگایا

جارہا ہے اور اسلحہ کے ذخائر کالجوں، یونی ورسٹیوں سے برآمد ہورہے ہیں، لسانی تنظیموں کے درمیان دوطرفہ فائرنگ وہاں ہوتی ہے، فوج اور پولیس کے پہرے کی خدمت وہاں پڑتی ہے، نامعلوم لاشیں وہاں سے برآمد ہوتی ہیں، اساتذہ اور پروفیسروں کو وہاں زدوکوب کیا جاتا ہے، فوج کی نگرانی میں امتحانات وہاں منعقد ہوتے ہیں پھر دینی مدارس دہشت گرد کیسے بنے؟ ہمارے مدارس میں تو الحمدللہ ان چیزوں کا شائبہ بھی نہیں، ایک مرتبہ میں نے سابق وائس چانسلر جامعہ کراچی جمیل جالبی صاحب سے بات کی کہ آپ ہمارے سالانہ امتحانات کے موقع پر ہمارے ہاں چکر لگائیں، وہ خود تو نہ آسکے ان کے صاحبزادے کی شادی تھی لیکن کچھ اور آدمی بھیجے، وہ لوگ ہمارے امتحانات دیکھ کر اور طلبہ کے نظم وضبط کو دیکھ کر حیران رہ گئے اور کہنے لگے کہ یہ تو فرشتے ہیں، جنت کا سماں ہے، ہر شخص اپنے پرچے حل کرنے میں مصروف ہے، یہ حیرت اس لیے تھی کہ ان کے ہاں امتحان کے عمل کو ایسا پامال کیا جاتا ہے جس کی کوئی انتہاء نہیں۔ حکومت کو مولویوں کے روزگار کی فکر لگی ہوئی ہے اور اس کو وہ ہزاروں ڈاکٹر اور انجینئر نظر نہیں آتے جو بے روزگاری کے بارے میں دردر پھرتے ہیں اور حیران وپریشان ہیں کہ کیا کریں؟ اور پھر ایمان، اخلاق اور اعمال کی تعمیر اس کا تو ان کے یہاں تصور نہیں ہے، دین کی جگہ ان کو بے دینی سکھائی جاتی ہے، اخلاق کو تباہ کرنے والے مضامین وہاں کے نصاب میں داخل ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہاں سے فارغ ہونے والوں کو دین وایمان کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ بریلی میں ایک لڑکا ملا اس کے دادا اس غرض سے میرے پاس لائے کہ میں اس کو نماز کی فرمائش کروں، تو میں نے نرمی سے پوچھا کہ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہے پھر تم کیوں نماز نہیں پڑھتے؟ اس نے بے دھڑک جواب دیا کہ مجھے خود خدا ہی کے وجود میں شک ہے میں نے اس کے دادا سے کہا کہ تم کو اس کی نماز کی فکر ہے اور نماز لیے پھرتے ہو، پہلے تو اس کے مسلمان بنانے کی فکر کرو پھر وہ نوجوان رونے لگا اور کہا صاحب! یہ سب وبال باپ پر ہوگا کہ مجھے فلاں کالج میں بھرتی کیا اس لیے حکومت کو چاہیے کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لے، وہاں کے نظام کو صحیح بنائے، وہاں کے ماحول کو پاکیزہ بنائے، علماء اور دینی مدارس کے بارے میں اتنا پریشان نہ ہوں کہ یہ قوم کا سرمایہ ہیں"۔ (مجالس عالم وذکر، ص ۳۶-۱۳۳، ج ۲)

حقیقت یہی ہے کہ پرائمری اسکول سے لے کر یونی ورسٹی لیول تک کے تمام حکومتی ادارے یورپی اقوام کے نقش قدم پر چل رہے ہیں، موسیقی، ڈھول، سارنگی اور گانے بجانے کو تعلیم کا نام دے کر پوری قوم کے اخلاق تباہ کیے جارہے ہیں، اخلاق باختگی کا یہ عالم ہے کہ ایک مسلمان لڑکی انہی اسکول وکالج میں پرورش پاکر اداکاری اور فن کاری کے میدان میں قدم رکھتے ہوئے یہ بیان دیتی ہے کہ اگر فلم انڈسٹری یا قوم کو ضرورت ہو تو میں اپنے جسم کی نمائش کے لیے تیار ہوں اور اس کے لیے مجھے کسی ملا کے فتوی کی ضرورت نہیں اور یہ صرف کسی ایک کی بات نہیں بلکہ آج اسکول وکالج کے تربیت یافتہ تمام افراد کی یہی حالت اور سوچ ہے، اس خبر سے بخوبی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حکومتی اداروں میں مغربی تہذیب اور کلچر کا کس قدر اثر ہے، ایسی تعلیم جس سے اخلاق اس حد تک تباہ ہوجائیں۔ اس سے ہزار درجہ بہتر ہے کہ انسان عزت اور حیا کے ساتھ جاہل رہے اور اسی چیز کو محسوس کرتے ہوئے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمہ اللہ نے علی گڑھ میں اپنے

صدارتی خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا:

''آپ میں سے جو حضرات محقق اور باخبر ہیں وہ جانتے ہوں گے کہ میرے بزرگوں نے کسی وقت بھی کسی اجنبی زبان سیکھنے یا دوسری قوموں کے علوم وفنون حاصل کرنے پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا، ہاں یہ بے شک کہا کہ انگریزی تعلیم کا آخری اثر یہی ہے جو عموماً دیکھا گیا ہے کہ لوگ نصرانیت کے رنگ میں رنگے جائیں یا ملحدانہ گستاخیوں سے اپنے مذہب اور اپنے مذہب والوں کا مذاق اڑائیں یا حکومت وقت کی پرستش کرنے لگیں تو ایسی تعلیم پانے سے ایک مسلمان کے لیے جاہل رہنا اچھا ہے''۔ (نقش حیات، ص ۶۷۷، ج ۲)

بہر حال یہی وہ دینی مدارس ہیں جنھوں نے اسلامی تہذیب وکلچر کو نہ صرف یہ کہ فروغ دیا بلکہ اسلامی تہذیب کے وجود اور بقاء کا واحد ذریعہ بھی ہیں، دینی مدارس کا موجودہ کردار بالخصوص تعلیم وتزکیہ، دینی اقدار وروایات کا تحفظ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی قیادت خاص طور پر شیخ الحدیث، عارف باللہ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہ کی خدمات جلیلہ اور انتھک کوششوں اور جہد مسلسل کے نتیجہ میں ممکن ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کا سایہ اہل مدارس پر تادیر بخیر وعافیت قائم ودائم رکھیں۔ (آمین)

☆☆☆

مہتمم حضرات، پرنسپل صاحبان اور اساتذۂ کرام کے لئے خوش خبری

★ ہر مہتمم اور استاذ کی کوشش اور دعا ہوتی ہے کہ اس کے ادارہ کے طلبہ وطالبات اپنا وقت قیمتی بنائیں اور مطالعہ، تکرار، ہوم ورک، واجب المنزل اہتمام سے کریں۔ اس مقصد کے لئے ایک بہترین کتاب **مطالعہ کی اہمیت** تیار کی گئی ہے، جس کے بارے میں حضرت مفتی نظام الدین شہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''ان شاء اللہ اس کتاب کو پڑھ کر اساتذہ وطلباء کو مطالعہ کرنے کا شوق پیدا ہوگا۔ بندہ علماء کرام وطالبان علم سے خصوصی درخواست کرتا ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ ایک بار ضرور کریں، اگرچہ کتاب اس کی مستحق ہے کہ اس کا مطالعہ بار بار کیا جائے۔''

★ اسی طرح ہر استاذ کی یہ خواہش بھی ہوتی ہے کہ طلبہ اور طالبات اپنے والدین کی قدر کرنے والے اور ان کی دعائیں حاصل کر کے اپنے علم میں ترقی کرنے والے ہوں اس کے لئے بھی الحمد للہ کتاب **والدین کی قدر کیجئے** تیار ہوئی ہے۔ اس کتاب پر جامعہ دارالعلوم کورنگی کے نائب مفتی مولانا حضرت محمود اشرف صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور جامعہ بنوری ٹاؤن کے استاذ حضرت مولانا مفتی عاصم ذکی صاحب مدظلہم العالی نے تعریفی کلمات لکھے ہیں اور گزارش کی ہے کہ زیادہ سے زیادہ طلبہ وطالبات تک یہ کتاب پہنچائی جائے۔

اس کتاب میں انتہائی آسان اور دل نشین انداز میں قرآن وحدیث کی روشنی میں دل چسپ اور عبرت آموز واقعات کے ذریعے سے اولاد کو والدین کے ادب واحترام اور ان کی اطاعت پر ابھارا گیا ہے اور ان کی نافرمانی سے بچنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

ملنے کا پتہ: اسٹاکسٹ مکتبہ بیت العلم G-30 اسٹوڈنٹ بازار، اردو بازار کراچی۔

فون: 2726509، موبائل: 03002464474

ناشر دار الھدیٰ

یہ تمام کتابیں ہم سے براہ راست طلب فرمائیں
یا
کسی بھی معیاری کتب خانہ سے رجوع فرمائیں